اُردو ڈائجسٹ لاہور

عظیم مائیں نمبر

فروری ۹۴ء

اردو ڈائجسٹ

جلد: ۳۴ شمارہ: ۲
فروری ۱۹۹۴ء شعبان رر مضان ۱۴۱۴ھ

مجلس ادارت

(صدر مجلس) ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی
(مدیر مسئول) الطاف حسن قریشی
(مدیر) ظفراللہ خاں

عظیم مائیں نمبر

سالنامہ ۹۴ء

صدر دفتر

ماہنامہ اردو ڈائجسٹ
۱۹-۲۱ ایکڑ اسکیم سمن آباد
پوسٹ بکس ۴۰۰۰ لاہور ۵۴۵۰۰
فون ۷۵۸۹۹۵۷ فیکس ۷۵۷۴۸۷۵

ذیلی دفتر کراچی

۲/۱۳۳/۵/ماڈل کالونی کراچی
فون: ۴۰۲۱۳۵

قیمت سالنامہ:

پاکستان: ۲۵ روپے
ڈیلکس ایڈیشن: ۵۰ روپے
سعودی عرب: ۱۰ ریال
متحدہ عرب امارات: ۱۰ درہم

زر سالانہ:

بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک اندرون ملک ۲۰۰ روپے

طابع و ناشر الطاف حسن قریشی نے اردو ڈائجسٹ پرنٹرز ۲۴۔ سرکلر روڈ سے چھپوا کر ۲۱۔ ایکڑ اسکیم ۱۹ سمن آباد لاہور سے شائع کیا۔

عظیم مائیں نمبر فروری ۹۴ء

کچھ اپنی زباں میں

○ ماں — اسلامی تہذیب کی ایک بنیادی علامت — الطاف حسن قریشی ۲۵

اسلامی تعلیمات کےزندہ نمونے

○ فرقانِ عظیم — ماں کا مقام قرآن میں — ۲۰
○ فرمانِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم — ماں کی اطاعت احادیث کی روشنی میں — ۲۱
○ اُمّ المؤمنین سیّدہ زینبؓ بنتِ جحش — حافظ افروغ حسن ۳۴
○ مجاہدہ صحابیہ، حضرت اُمّ سُلیمؓ — زیرِ تصنیف کتاب الف لام میم کا ایک باب — شاہ بلیغ الدین ۵۵

تاریخ ساز ہستیوں کی مائیں

○ احمد شاہ ابدالی کی والدہ، امّاں زرغونہ — پریشان خٹک / عبدالکافی ادیب ۷۴
○ سر سیّد کی والدہ، عزیز النساء بیگم — طالب ہاشمی ۸۶
○ علی برادران کی والدہ، بی امّاں — مولانا نصر اللہ خاں عزیز ۶۸
○ قائدِ اعظمؒ کی والدہ، مٹھی بائی — حرفِ شیریں — ڈاکٹر ظفر علی راجا ۶۰
○ علامہ اقبالؒ کی والدہ، بے جی — ڈاکٹر جاوید اقبال ۹۸

دو بڑی شخصیتوں کے اہم خطوط

○ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں، دنیا کے عظیم سائنسدان — ۲۸
○ محترم جسٹس میاں محبوب احمد، چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ — ۳۰

مشاہیرِ ادب کی مائیں

○ امّاں سردار بیگم — انہوں نے ۴۴ برس پہلے روس کے زوال کی پیشگوئی کی تھی — اشفاق احمد ۱۳۰
○ امّاں — جن کی دعاؤں کے طفیل کوئی سفلی عمل مجھ پر اثر نہیں کر سکتا — ممتاز مفتی ۷۷
○ میری امّی — جنہوں نے دلاور کو میرزا ادیب بنا دیا — میرزا ادیب ۱۹۴
○ ماں جی — سادگی اور درویشی کا بے مثال نمونہ — قدرت اللہ شہاب ۱۸۳
○ میری غریب ماں — جنہوں نے انتہائی ناساز گار ماحول میں مجھے حرّیتِ نفس دی — نظر زیدی ۱۴۹
○ بی بی جی — میکے اور سسرال میں یکساں محبوب و مقبول تھیں — مشتاق احمد ۲۴۲
○ شہید ماں — جو ۴۷ء میں پاکستان کی حرمت پر قربان ہو گئیں — مشکور حسین یاد ۱۱۳
○ میری ماں — انہوں نے غریبی میں خودی کی نگہبانی کا گُر سکھایا — خیر الدین انصاری ۲۷۰

ماں کا انقلابی کردار

○ ماں، اسمگلر اور پُراسرار رُوح — رونگٹے کھڑے کر دینے والی سچی کہانی — اے حمید ۱۶۲

خاص نمبر کے ممتاز شرکاء

○ علامہ اقبالؒ
○ حفیظ جالندھری
○ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں
○ جسٹس محبوب احمد
○ حافظ افروغ حسن
○ پریشان خٹک
○ طالب ہاشمی
○ میاں طفیل محمد
○ ڈاکٹر جاوید اقبال
○ اشفاق احمد
○ ممتاز مفتی
○ نظر زیدی
○ اے حمید
○ مشکور حسین یاد
○ مشتاق احمد خاں
○ ضمیر جعفری
○ مولانا وحید الدین خاں
○ نیّر بانو
○ صغیرہ بانو شیریں

علمائے دین و سیاست کی مائیں

○ میری والدہ ـــــــ نیکی، بھلائی اور سادگی کا سرچشمہ ـــــــ میاں طفیل محمد ۹۳
○ روشن مثال ـــــــ جس نے میرا طریقِ زندگی متعیّن کر دیا ـــــــ مولانا وحید الدین خاں ۱۲۴
○ فردوسی بیگم ـــــــ اقتدار احمد، مدیرِ "ندائے خلافت" ـــــــ ۲۳۰

متوسّط گھرانوں کی مائیں

○ مَیں اور میری ماں ـــــــ گلؔ بخشالوی، صدر کھاریاں پریس کلب ـــــــ ۲۷۹
○ داستاں مختصر ہو گئی ـــــــ ماہرِ تعلیم ڈاکٹر حسرتؔ کاسگنجوی ـــــــ ۲۵۸
○ میری بے جی ـــــــ ممتا کی سچّی تصویر بیٹے کے قلم سے ـــــــ محمد نذیر ۲۶۶
○ آخری قیامت ـــــــ تحریکِ پاکستان کے حوالے سے ایک ماں کی زہرہ گداز کہانی۔ حافظ مظفر محسن ۲۵۱
○ نافرمانی کی سزا ـــــــ ماں بیٹے کا ایک عبرت خیز واقعہ ـــــــ حمیدہ بیگم (سہارنپور) ۲۵۵
○ جنّت سے جنّت تک ـــــــ بہو کی شفایابی کے لیے ماں نے اپنی جاں نثار کر دی ـــــــ عظمت اللہ ۲۸۵
○ بی بی اللہ رکھی ـــــــ میرے لیے پاکستان میں سب سے بڑا خزانہ ماں جی کی ذات تھی ـــــــ نیّرہ بانو ۲۲۳
○ نصیرہ بانو سبزواری ـــــــ اُنہیں حضورؐ کی پہلی زیارت نو برس کی عُمر میں ہُوئی ـــــــ صغیرہ بانو شیریں ۲۱۸

شعراء کا ممتا کو خراجِ تحسین

○ والدہ مرحومہ کی یاد میں ـــــــ اردو ادب کا شاہکار مرثیہ ـــــــ علامہ اقبالؒ ۱۰۶
○ والدہ کی موت ـــــــ خیر پور سندھ سے بیٹے کے دلی تاثرات ـــــــ حفیظؔ جالندھری ۱۲۰
○ والدہ مرحومہ کی یاد میں ـــــــ سیّد ضمیرؔ جعفری ۲۱۶
○ لاکھوں بہشتیں جس کے قدموں پر نثار ـــــــ محشرؔ بدایونی ۲۴۹
○ چھاؤں ـــــــ خورشید رضوی ○ یہ میری ماں ہے ـــــــ اشرف جاوید ۲۶۹
○ ماں ـــــــ نظم جو والدہ کے وصال پر لکھی گئی ـــــــ ۲۸۴

مہم جوئی کی عظیم داستانیں

○ دیوداسی، سانپ اور کمانڈو ـــــــ قسط ۲ ـــــــ اے حمید ۳۱۲
○ دیوا سنگھ کا سپلوت ـــــــ قسط ۷ ـــــــ ابو جوّاد ۲۹۰
○ چنار جلتے ہیں......... جہادِ کشمیر کے ایمان افروز واقعات........ محسن فارانی ۳۳۷

صاحب فکر عالم دین کی حیثیت سے مولانا وحیدالدین خاں نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ پورے عا
اسلام میں بلند مقام کے حامل ہیں۔ آپ عصر حاضر میں اسلام کی دعوت کو جدید اسلوب سے بیان کر
میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ یہ مضمون ان کی شہرہ آفاق کتاب "خاتون اسلام" سے لیا گیا ہے۔ اس میں انہو
نے اپنی والدہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے زندگی کے بلائے جان طوفان میں کامیابی سے ہمک
ہونے کا سارا کریڈٹ انہی کو دیا ہے۔

روشن مثال

مولانا وحیدالدین خاں

میری والدہ کا نام زیب النساء (بنت خدا بخش) تھا۔ وہ اعظم گڑھ کے ایک گاؤں سنجر پور میں انیسو
صدی کے آخر میں پیدا ہوئیں۔ اور ۸ر اکتوبر ۱۹۸۵ء کو دہلی میں انتقال فرمایا۔ بوقت انتقال ان کی عمر تقریباً
سو سال تھی۔

والدہ کی تعلیم بس اتنی ہوئی تھی کہ وہ قرآن کی تلاوت کر سکتی تھیں اور معمولی اردو کی کتاب اٹک اٹک
پڑھ لیتی تھیں، تاہم وہ پوری طرح ایک مذہبی خاتون تھیں۔ نماز روزے کی سختی سے پابند تھیں۔ حج بھی نہ
ذوق و شوق سے کیا تھا۔ ان کو میں نے کبھی جھوٹ بولتے یا اور کوئی غیر اخلاقی فعل کرتے نہیں دیکھا۔ سار

وہ مکمل طور پر پردہ دار رہیں۔ وہ پورے معنوں میں ایک بااصول اور ایک باکردار خاتون تھیں۔

میرے والد فرید الدین خاں مرحوم کا انتقال ۳۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ہوا۔ وہ اپنے علاقے کے سب سے بڑے زمیندار تھے۔ ایک روز وہ حسب معمول قریب کے گاؤں (نوادہ) اپنی چھاؤنی پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں ان پر فالج کا دورہ پڑا۔ بے ہوشی کی حالت میں چارپائی پر لٹا کر گھر لائے گئے۔ اس کے بعد وہ کچھ بول نہ سکے۔ بے ہوشی کی حالت ہی میں اگلے دن ان کا انتقال ہو گیا۔ والدہ اچانک بیوہ ہو گئیں۔ اس وقت ہم لوگ پانچ بھائی بہن تھے۔ بڑے بھائی عبد العزیز خاں کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی۔ میری عمر پانچ سال اور چھوٹے بھائی عبد المحیط خاں کی عمر صرف ایک سال۔ اسی طرح دونوں بہنیں بھی چھوٹی عمر میں تھیں۔ بہنوں کا انتقال والدہ کی زندگی ہی میں ہو گیا۔ ہم تینوں بھائی خدا کے فضل سے تادم تحریر زندہ ہیں۔

اس وقت والد کا انتقال ہمارے لیے ایسا ہی تھا جیسے کوئی شخص تاڑ سے اچانک زمین پر گر پڑے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ اتفاق تھا کہ ہمارے ایک سوتیلے بھائی تھے۔ ہمارے والد کا پہلا نکاح ایک اور خاتون سے ہوا تھا۔ ایک لڑکے کی پیدائش کے بعد مرحومہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک عرصے بعد والد نے دوسرا نکاح کیا۔ ہمارے سوتیلے بھائی عمر میں خاصے بڑے تھے اور ہم لوگ بالکل چھوٹے۔ والد کے انتقال کے بعد یہی سوتیلے بھائی پوری جائداد کے منتظم ہو گئے۔ انہوں نے ہم لوگوں کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جو روایتی طور پر ایک شخص اپنے سوتیلے بھائیوں کے ساتھ کرتا ہے حتیٰ کہ زمیندار ہوتے ہوئے وقتی طور پر ہم لوگ تقریباً بے زمین ہو کر رہ گئے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء کو تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ہمارا آبائی مکان بہت بڑا تھا، مگر والد کے انتقال کے بعد ہم نے اپنے آپ کو ایک ایسے گھر میں پایا جو گھوڑے کے اصطبل کے لیے بنایا گیا تھا اور اب کھنڈر ہو جانے کی وجہ سے اصطبل کے طور پر بھی استعمال نہیں ہو رہا تھا۔ مزید یہ کہ گھر میں کھانے کے لیے سامان تھا نہ ضروری چیزوں کی خریداری کے لیے پیسہ۔ اس حالت میں لوگ والدہ کو طرح طرح کے مشورے دینے لگے۔ کسی نے کہا کہ آپ دوسرا نکاح کر لیں۔ کسی نے کہا کہ میکے چلی جائیں۔ کسی نے کہا کہ مقدمے کے ذریعہ اپنی جائیداد حاصل کریں، مگر والدہ نے اس قسم کے تمام مشورے ماننے سے انکار کر دیا۔ ایک بہادر اسلامی خاتون کی طرح انہوں نے حالات سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے میں ان کا سارا انحصار صرف دو چیزوں پر تھا...... اللہ سے دعا اور اپنے دست و بازو کی محنت۔

والدہ کے میکے میں بہت بڑی زمین داری تھی۔ مزید یہ کہ ہمارے نانا مرحوم نے اپنی موت سے پہلے تقریباً ۲۰ ایکڑ زمین والدہ کے نام لکھ دی تھی، مگر والدہ نے اس معاملے میں مکمل استغناء کا ثبوت دیا۔ انہوں نے اپنے میکے سے کبھی زمین کا مطالبہ کیا نہ اپنی حالت بیان کر کے ان سے مدد کی درخواست کی۔ وہ توکل علی اللہ کا زندہ نمونہ بن گئیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ وہ صبح اندھیرے بستر سے اٹھ جاتیں اور فجر کی نماز پڑھ کر سارا دن مسلسل کام کرتی رہتیں۔ رات کو دیر سے عشاء کی نماز پڑھ کر سوتیں۔ وہ کیا کام تھا جس میں وہ اپنے گھر کے اندر سارا دن

مصروف رہتیں تھیں۔ انہوں نے یہ کیا کہ گھر کے اندر مرغیاں پال لیں۔ اسی کے ساتھ ان کے یہاں بہت سی بکریاں پلی ہوئی تھیں۔ یہ ان کا مستقل کاروبار تھا۔ والدہ کے اسی ذوق کی وجہ سے مجھے پیغمبروں کی اس سنت پر عمل کرنے کا موقع ملا کہ میں نے اپنے بچپن میں بکریاں چرائیں۔ اپنے سب بھائیوں میں صرف مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔

اسی کے ساتھ والدہ نے سلائی کا کام بھی شروع کر دیا۔ اس زمانے میں سلائی کی مشین عام نہیں ہوئی تھی، چنانچہ گاؤں کے لوگوں کے کپڑے وہ ہاتھ سے سیتی تھیں۔ اس سلائی کی کوئی اجرت مقرر نہ تھی۔ وہ رضا کارانہ طور پر لوگوں کے کپڑے سیتی تھیں اور لوگ بھی رضا کارانہ طور پر غلہ وغیرہ ہمارے یہاں پہنچا دیا کرتے تھے۔ بعد کو والدہ نے بھینس بھی پال لی۔ اسی کے ساتھ وسیع کھلے صحن میں وہ مختلف قسم کی سبزیاں اور پپیتے وغیرہ بو دیتی تھیں جس سے کافی فصل نکلتی تھی۔ والدہ مرحومہ کی اس زندگی سے متاثر ہو کر ایک بار یہ شعر میری زبان پر آ گیا تھا۔

مرغی، بکری، سبزی، پھل
ہے مومن کی معاش کا حل

اس زمانے میں ایک عورت نے والدہ کی حالت دیکھ کر کہا تھا: "آپ کو بلی کے بچوں کی رکھوالی ملی ہے۔" یہ تبصرہ لفظ بہ لفظ درست تھا۔ ہم لوگ اس زمانے میں واقعتہً بلی کے بچوں کی طرح تھے۔ والدہ نے اگر غیر معمولی قربانی کے ذریعے ہماری پرورش نہ کی ہوتی تو شاید ہم لوگوں کا وہی انجام ہوتا جو بلی کے چھوٹے بچوں کا اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی ماں کی سرپرستی سے محروم ہو گئے ہوں۔

ہم لوگوں کی پرورش اور دیکھ بھال کے سلسلے میں والدہ نے برسہا برس تک جو کچھ کیا اور جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا، اسے یہاں بیان کرنا ممکن نہیں، کیوں کہ وہ بذات خود ایک مستقل کتاب ہے۔ اس وقت ہماری جو معاشی حالت تھی، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک بار مجھے غلیل بنانے کا شوق ہوا۔ غلیل کا ربر اس وقت ایک پیسے میں ملتا تھا، مگر ہمارے گھر میں ایک پیسہ موجود نہ تھا جس کے ذریعے میں ربر خرید سکوں۔ ایک صاحب کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے مجھے ایک پیسہ دیا اور میں نے دکان پر جا کر غلیل کا ربر خریدا۔ یہ میرا حال اس وقت تھا، جبکہ میں علاقے کے سب سے بڑے زمیندار خاندان کا ایک فرد تھا۔

والد مرحوم کے انتقال کے بعد ہم معاشی اعتبار سے صفر کے درجے میں پہنچا دیے گئے تھے۔ ایسی حالت میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ والدہ کو کیا کچھ مشقت اٹھانی پڑی ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے عورت ہوتے ہوئے مردوں والا کام کیا۔ گھر میں رہ کر باہر کی دنیا پر اثر انداز ہوئیں۔ حالات نے انہیں اپنا معمول بنانے کا فیصلہ کر رکھا تھا، مگر انہوں نے خود حالات کو اپنا معمول بنا لیا۔ انہوں نے اسلام کے حدود میں رہ کر وہ سب کچھ کیا جسے کرنے کے لیے غیر ضروری طور پر خواتین کو اسلام کی حدود سے باہر نکلنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

والدہ نے جو کچھ کیا وہ اسلامی جذبے کے تحت کیا۔ وہ ہمیشہ انسانوں کے بجائے خدا کی طرف دیکھتی تھیں، اور دنیا کے اعتبار سے سوچنے کے بجائے آخرت کے اعتبار سے سوچتی تھیں، تاہم انہوں نے جو کچھ کیا وہ سادہ طور پر محض روایتی دینی ذہن کے تحت تھا۔ وہ کوئی صاحب علم خاتون نہ تھیں کہ اپنے عمل کے فلسفیانہ پہلوؤں پر غور کر سکیں، مگر آج جب میں اپنی ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ کر سوچتا ہوں تو مجھے ان کا عمل انتہائی عظیم نظر آتا ہے، حتیٰ کہ اس کے مقابلے میں مجھے یہ بات بالکل ہیچ معلوم ہوتی ہے کہ وہ گھر سے باہر نکل کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرتیں اور پھر کسی دفتر کی شاندار کرسی پر بیٹھی نظر آتیں۔

والدہ نے اپنی مذکورہ قربانی سے نہ صرف بچپن میں ہماری پرورش کی بلکہ ان کے اسلامی مزاج نے انہیں اس قابل بنایا کہ وہ ہمیں اس سے بھی زیادہ بڑا عطیہ دے سکیں، یعنی خدا کی دنیا میں کامیابی اور ترقی کا راز۔ وہ راز تھا مثبت طرز فکر اور حقیقت پسندی کا مزاج جو ہم تینوں بھائیوں کو مشترک طور پر ملا۔ ہمیں یہ عطیہ دینے والی تنہا ہماری والدہ تھیں۔

مجھے یاد ہے کہ والد کے انتقال کے بعد ہمارے رشتے کے ایک ماموں (شیخ عبدالغفور) برابر ہمارے یہاں آنے لگے۔ وہ زبردست مقدمہ باز آدمی تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ والدہ اپنے میکے کی بیس ایکڑ زمین کے لیے عدالت میں مقدمہ کریں۔ ان کا کہنا تھا کہ آپ صرف دعوے کے کاغذ پر دستخط کر دیجیے، باقی سب کام میں خود کروں گا اور یہ ساری زمین آپ کو مل جائے گی۔ غالباً وہ برسوں تک ہمارے یہاں آتے رہے، مگر والدہ کسی قیمت پر مقدمہ کرنے کے لیے راضی نہیں ہوئیں۔

دوسری طرف ہم لوگوں کی اپنی آبائی جائداد کا معاملہ تھا جس سے محرومی ہر آن زندہ اشتعال بن کر ہمارے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور یہ دعوت دیتی تھی کہ اپنا حق وصول کرنے کے لیے لڑو۔ بعد میں بعض لوگوں کے کہنے سے ہمیں کچھ زمینیں دی گئیں، مگر وہ تقریباً نہ دینے کے برابر تھا کیوں کہ جتنی بے کار اور بنجر تھیں وہ چھانٹ کر ہمارے حوالے کر دی گئیں۔

سید ضمیر جعفری کی تازہ تصانیف

○ نعت نذرانہ

سرکار دو عالم ؐ کے حضور نذرانہ نعت

○ بھنور اور بادبان

سیاسی نظموں کا نشتر آباد

○ جاپانی جنگ کی لنگوٹی

دوسری عالمی جنگ کے ایک محاذ کی روداد

○ کتابی چہرے!...... فکاہی خاکے

برائے رابطہ: ۱۲۔ گلستان کالونی، راولپنڈی چھاؤنی

یہ صورت حال فریق ثانی کے خلاف لامتناہی لڑائی چھیڑنے کے لیے بالکل کافی تھی، لیکن والدہ نے یہاں بھی صبر کے سوا کسی اور چیز کے لیے کبھی نہیں سوچا۔ وہ اکثر ہم لوگوں کو صبر کی تلقین کرتیں اور اس سلسلے میں ایک دیہاتی شاعر کا یہ شعر ہمیں سناتیں۔

صبر بدلے میں دائم بہشت پائم

اس وقت ہمارے جو خاندانی حالات تھے، وہ مکمل طور پر ہم کو منفی سوچ کی طرف لے جانے والے تھے۔ یہی وہ حالات ہیں جن میں کسی خاندان کے افراد مقدمہ بازیوں میں الجھتے ہیں۔ لوگوں کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والے لڑائی جھگڑے برپا ہوتے ہیں۔ قیمتی زندگیاں ہلاک ہوتی ہیں۔ لوگ مستقل طور پر تخریبی کارروائیوں کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ والدہ اگر اس وقت ردعمل کا طریقہ اختیار کرتیں تو ان کے بچوں کا جو حال ہوتا وہ یہ کہ وہ منفی ماحول میں پلتے۔ ان کے اندر تخریبی احساسات جنم لیتے۔ ہم میں سے ہر ایک ضد اور انتقام کی نفسیات کا کارخانہ بن کر رہ جاتا۔

مگر والدہ مرحومہ کے یک طرفہ صبر نے ہماری زندگیوں کا رخ بدل دیا۔ والدہ کے زیر سایہ ہم سب بھائیوں کے اندر یہ سوچ ابھرنے لگی کہ ہمیں دوسروں سے نہیں لڑنا ہے۔ ہمیں خود اپنی محنت کے بل پر اپنے آپ کو اوپر اٹھانا ہے۔ جو کچھ ہم سے چھینا گیا تھا اس سے ہماری نظریں ہٹ گئیں۔ ہماری ساری توجہ اس چیز پر لگ گئی جو چھننے کے بعد بھی ہمارے پاس ابھی تک باقی تھا، یعنی خدا کا دیا ہوا انسانی وجود۔

آج تو میں اس حقیقت کو شعوری طور پر بیان کر رہا ہوں، لیکن اس وقت یہ مزاج غیر شعوری طور پر صرف والدہ کی تربیت کے نتیجے میں ہمارے اندر پیدا ہوا تھا، چنانچہ ہم تینوں بھائیوں کا معاملہ یہ ہوا کہ ہم لوگ مقام نزاع سے ہٹ گئے۔ ہم میں سے ہر ایک نے کسی نہ کسی غیر نزاعی مقام پر اپنے لیے عمل کا میدان تلاش کر لیا۔ ہم تینوں بھائیوں کی راہ اگرچہ الگ الگ بنی، مگر ذہن سب کا ایک تھا، یعنی اندرونی بے انصافیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے باہر کی وسیع دنیا میں اپنے لیے راہ عمل تلاش کرنا..... انسان سے نہ پا کر خدا سے پانے کا طلب گار بننا۔

ہمارے بڑے بھائی عبدالعزیز خاں صاحب اپنی زندگی کے اگلے مرحلے میں تجارت کے راستے پر لگ گئے۔ ۱۹۴۴ء میں وہ "ہجرت" کر کے شہر اعظم گڑھ گئے۔ وہاں انھوں نے تقریباً بلا سرمایہ ایک تجارتی کام کا آغاز کیا۔ وہ برابر شدید جدوجہد کرتے رہے۔ ۴۰ برس بعد اب الہ آباد میں ان کا لائٹ اینڈ کمپنی لمیٹڈ کے نام سے بجلی کا سامان بنانے کا کارخانہ ہے اور اس کے چیئرمین ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد وہ اپنے خاندان کے سب سے زیادہ حقیر فرد شمار کیے جاتے تھے، آج وہ وسیع خاندان کے سب سے زیادہ معزز فرد کی حیثیت رکھتے ہیں حتیٰ کہ انھوں نے آبائی جائداد کی نئی تقسیم کرا کر اپنا پورا حق دوبارہ لے لیا جو اس سے پہلے انھیں نہیں دیا گیا تھا۔

میرے چھوٹے بھائی عبدالمحیط خاں سائنس اور انجینئرنگ کی تعلیم کی طرف گئے۔ لمبی جدوجہد کے بعد انھوں نے بنارس ہندو یونیورسٹی سے امتیاز کے ساتھ انجینئرنگ کی ڈگری لی اور اب وہ حکومت یوپی کے

ٹیکنیکل ایجوکیشن کے محکمے میں ڈپٹی ڈائرکٹر ہیں۔ اپنے انتھک عمل، اپنے بے داغ کردار اور اپنی بااصول زندگی کے نتیجے میں وہ پورے محکمہ میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک بن گئے ہیں۔

راقم الحروف کی توجہ تعلیم کی طرف ہوئی۔ اولاً میں نے عربی درس گاہ میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد میں نے زبردست کوشش سے انگریزی زبان و علوم کو پڑھا۔ اب اللہ کی توفیق سے میں جو کام کر رہا ہوں اس سے ان سطروں کے قارئین بخوبی واقف ہیں۔

۱۹۷۶ء میں ماہنامہ "الرسالہ" کے اجراء کے بعد سے جو کام میں کر رہا ہوں، اس کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو سبق دے رہا ہوں کہ وہ منفی سوچ سے اوپر اٹھیں اور مثبت سوچ کا طریقہ اختیار کریں۔ الرسالہ کی یہ تحریک اب خدا کے فضل سے مسلم دنیا کی ایک طاقتور تحریک بن چکی ہے۔ مجھ کو اکثر اہل علم کی طرف سے زبانی یا تحریری طور پر ایسے تبصرے ملتے رہتے ہیں جن میں اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ دور جدید میں الرسالہ کی تحریک پہلی اسلامی تحریک ہے جس نے مسلمانوں کو منفی کارروائیوں سے ہٹا کر مثبت تعمیر کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی۔

ایسے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر یہ واقعہ ہے تو اس کا کریڈٹ سب سے زیادہ اس مسلم خاتون کو جاتا ہے جس کا نام زیب النساء تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس عالم مادی میں اگر کوئی ہے جس کو الرسالہ کی تعمیری تحریک کا ابتدائی بانی کہا جاسکے تو وہ یقیناً میری والدہ زیب النساء ہیں...... وہ زیب النساء جو نام نہاد آزادی نسواں کی تحریک سے بہت دور تھیں بلکہ وہ اس کا نام بھی نہیں جانتی تھیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ والدہ محترمہ کے لیے وہ ایک غیر شعوری معاملہ تھا، اور میری ذات میں اللہ تعالیٰ نے اس کو شعوری دریافت تک پہنچایا ہے۔

میں اپنے قریبی رشتے داروں میں ایک سے زیادہ ایسے افراد کو جانتا ہوں جو کم عمری میں ماں کی سرپرستی سے محروم ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی پوری زندگی بربادی کا نشان بن کر رہ گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ماں کے روپ میں عورت کا رول انسانی زندگی میں بہت زیادہ ہے۔

راقم الحروف اگر بچپن میں ماں سے محروم ہو جاتا یا اگر مجھے ایسی ماں ملتی جو مجھے اپنے "دشمنوں" کے خلاف لڑنے جھگڑنے پر اکساتی رہتی تو یقینی طور پر میری زندگی کا رخ بالکل دوسرا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے انجام سے بچایا اور مجھ کو اپنی ایک صداقت کے اظہار کا ذریعہ بنایا، تاہم اس عالم اسباب میں جو ہستی اس واقعے کا ابتدائی ذریعہ بنی وہ یقیناً ایک خاتون تھی اور وہ بھی اسلامی اصول کے مطابق ایک خانہ نشین خاتون۔